فہم قرآن میں اسبابِ نزول کی اہمیت

رحمت اللہ احسن*

ABSTRACT:

When studying the Quranic injunction, we can conclude that there are two basic reasons for these revelations. First, there are those parts of the Quran that are not related to any specific situation or question during the prophet's time. Secondly, are those parts of Quran these are related any specific context or a response to specific queries during that era; for instance offering of nafl prayers next to the Maqam-e-Ibrahim. An understanding of the specific context of those Quranic revelations and the background of those companions is essential for a thorough understanding of the Quran.

Keywords: Quran, Revelations, Reasons.

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عالم انسانیت کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے نازل فرما کر انسانیت کو ہدایت اور صراط مستقیم کا راستہ دکھا کر اپنی حجت تمام کر لی ہے۔قرآن مجید ایک واضح کتاب اور دلیل قاطع ہے جو انسانوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی راہ دکھاتی ہے۔جس کے ذریعے انسان حق اور باطل، صحیح اور غلط، سچ اور جھوٹ،شرک اور توحید میں تمیز کر سکتا ہے۔ اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی بار نازل نہیں فرمایا بلکہ آہستہ آہستہ تئیس سال کی مدت میں قرآن کا نزول مکمل ہوا۔جس میں تیرہ سال مکی دور کے اور دس سال مدنی دور کے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

> ترجمہ: اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے اتارا تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تدریجاً اتارا۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کر دیا اور تدریجاً نازل کرنے کا سبب بھی واضح الفاظ میں بیان کر دیا کہ آپ اس قرآن کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔جو بات ٹھہر ٹھہر کر اور وقفے وقفے سے پڑھی جاتی ہے وہ دلنشین ہو جاتی ہے اور آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔

اسلوبِ قرآن:

قرآن مجید جس زبان اور جس خطے میں نازل ہوا اس خطے کی زبان اور لوگوں کے اسلوب میں نازل ہوا۔اس لیے

* ریسرچ اسکالر،شعبہ اصول دین،جامعہ کراچی،کراچی　　برقی پتا:rahmatullahahsan@yahoo.com
تاریخِ موصولہ: ۲/۲/۲۰۱۶ء

عرب کے کسی شخص نے قرآن کے اسلوب پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔قرآن مجید جس طرح ایک فصیح اللسان شاعر کو سمجھ میں آیا تھا اسی طرح ایک عام،ان پڑھ شخص کی بھی سمجھ میں آیا۔

قرآن کے اسلوب کے متعلق امین احمد لکھتے ہیں: ”قرآن مجید عرب کی زبان میں اورانہی کے اسلوب میں نازل ہوا، قرآن کے تمام الفاظ عربی ہیں سوائے چند الفاظ کے جو دوسری زبانوں سے لیے گئے ہیں لیکن ان الفاظ پر بھی عربیت کا اثر غالب آ گیا۔قرآن کا اسلوب عرب کا اسلوب ہے اس میں حقیقت،مجاز اور کنایہ کلامِ عرب کے مطابق ہے کیونکہ قرآن کے پہلے مخاطب عرب ہی تھے تو اس لیے ان کو اس زبان میں مخاطب کیا گیا جو وہ سمجھتے تھے“۔(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ترجمہ: ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تا کہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔(۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ انہی میں سے ہیں اور انہی کی زبان میں ان سے بات کرتے ہیں اور اللہ کی کتاب بھی اسی قوم کی زبان میں نازل کی جاتی ہے۔اس کے باوجود قرآن کو تمام صحابہ یکساں طور پر سمجھنے سے قاصر تھے۔جس طرح عربی میں لکھی ہوئی کتاب کو تمام اہل زبان نہیں سمجھ سکتے اسی طرح انگریزی اور اردو زبان میں لکھی ہوئی کتاب کو اہل زبان مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتے کیونکہ عقل،فہم وفراست میں طبقات اور درجات ہوتے ہیں اسی طرح ہر شخص اپنی مادری زبان کا احاطہ ٹھیک نہیں کرسکتا عربی زبان کا معاملہ بھی بالکل اسی طرح کا ہے، یہاں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعے ذکر کرنا موزوں ہوگا۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

یعنی ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سورۃ عبس کی آیت وَفٰكِهَةً وَاَبًّا ، میں اَبًّا لفظ کے معنی دریافت کیے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ ہمیں تکلفات میں پڑنے سے منع کیا گیا ہے(۴)۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کی فہم وفراست اور دینی علم کی گہرائی کو ہم جانتے ہیں۔ان کے ساتھ عام صحابہ کا بھی یہی حال ہوگا۔

قرآن کی نزول کے اعتبار سے تقسیم:

نزول کے اعتبار سے قرآن مجید کے دو حصے ہیں۔

(۱) قرآن مجید کا وہ حصہ جو بغیر کسی سوال یا حادثہ کے نازل ہوا ایسی آیات اکثر و بیشتر مندرجہ ذیل مضامین سے تعلق رکھتی ہیں۔

- وہ آیات جن میں انبیاء سابقین اورامم سابقہ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں
- زمانہ ماضی کے واقعات
- وہ آیات جن میں مستقبل میں پیش آنے والے غیبی واقعات کا ذکر ہے
- قیامت کے متعلق آیات
- عذاب اور ثواب کے متعلق آیات وغیرہ

قرآن کے اس حصے کا نزول بغیر کسی سوال یا سبب کے ہوا ہے۔قرآن میں ایسی آیات اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں،ان کے نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ مخلوق خدا کو سیدھی راہ دکھائی جائے۔یہ آیات سیاق وسباق کے ساتھ مربوط و متصل ہیں مگر کسی سوال کے جواب میں نازل نہیں ہوئی اور ان میں کسی چیز کا حکم بھی مذکور نہیں ہے۔

(۲) قرآن مجید کا وہ حصہ جس کے نزول کا سبب،سوال یا کوئی حادثہ ہے یعنی سوال کے جواب میں آیات نازل ہوئیں یا کسی حادثہ کے متعلق آیات نازل ہوئیں۔

قرآن مجید کی تفسیر سبب نزول کی معرفت کے بغیر مناسب نہیں ہوسکتی کیونکہ جس دور میں اور جن حالات میں قرآن مجید نازل ہوا ان حالات کو جاننا بے حد ضروری ہے کہ یہ آیت کسی حادثہ یا کسی سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔

امام واحدی رحمہ اللہ سبب نزول کے متعلق لکھتے ہیں کہ: آیت کا تفسیر اور اس کے غرض وغایت کا علم اس کے سبب نزول کے بغیر نہیں ہوسکتا۔اور اس کے سبب نزول میں کوئی بات کرنا جائز نہیں سوائے صحیح روایت کے جنہوں نے قرآن کے نزول کا زمانہ پایا۔(۵)

سبب نزول آیت کے مقصد اور تفسیر میں مددگار ثابت ہوتا ہے،امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی سبب نزول کی پہچان کسی آیت کے فہم وادراک میں مدد دیتی ہے اس لیے کہ سبب کے علم سے مسبب کا معلوم ہونا ایک فطری بات ہے۔(۶)

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن دقیق الید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کرتے ہیں کہ سبب نزول کا علم قرآن کے معانی اور فہم کا قوی ذریعہ ہے(۷) ان حوالوں کے سبب نزول کی اہمیت اور ضرورت واضح ہوگی۔

اسباب نزول سے ناآشنا ہونے کا نتیجہ:

اسباب نزول کا علم آیت کے مقصد کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور اسباب نزول کی لاعلمی غلطی اور خطا کا سبب بنتا ہے،شیخ احمد امین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں خلافت کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامۃ بن مظعون کو بحرین کا گورنر مقرر کیا تھا،حضرت جارود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی کہ قدامۃ بن مظعون شراب پی کر مدہوش ہوگیا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جارود سے کہا تمہاری اس بات کی کون گواہی دیگا؟ جارود نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میری بات کی گواہی دیں گے۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدامۃ بن مظعون سے کہا تم پر شراب نوشی کی حد جاری کروں گا۔اس پر قدامۃ نے کہا اگر ایسا ہے جیسے آپ کہتے ہیں تو آپ مجھ پر حد جاری نہیں کر سکتے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدامۃ سے پوچھا وہ کیسے؟ قدامۃ نے کہا اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

> یعنی ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا پی چکے ہیں جب وہ ڈر جائیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں پھر وہ تقویٰ اختیار کریں اور ایمان لے آئیں پھر وہ تقویٰ اختیار کریں اور نیکی کا کام کریں۔(المائدہ:۹۳)

اس آیت کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے قدامۃ نے کہا میں ان لوگوں میں سے ہوں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے پھر انہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کر کے اچھے کام کیے اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر، احد، خندق اور دوسرے معرکوں میں شریک رہا ہوں۔ قدامۃ کی یہ دلیل سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کو کوئی جواب نہیں دیا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں کے لیے عذر ہے اور باقی لوگوں پر حجت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

ترجمہ: اے ایمان والوں بے شک شراب اور جوا اور نصب کیے گئے بُت اور فال نکالنے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں سو تم ان سے پرہیز کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (سورۃ المائدۃ:۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ دلیل سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے سچ کہا۔(۸)

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسباب نزول کا علم انسان کو غلطی سے بچاتا ہے۔ اگر اس آیت کے سبب نزول کا علم کسی کو نہ ہو تو ہر شخص مندرجہ بالا آیت کو اپنے لیے دلیل بناتا۔

اسی طرح مروان بن حکم کو اس آیت کے سمجھنے میں ابہام اور اشکال پیدا ہوا:

یعنی آپ ایسے لوگوں کو ہرگز خیال نہ کریں جو اپنی کارستانیوں پر خوش ہو رہے ہیں اور نہ کردہ اعمال پر بھی اپنی تعریف کے خواہشمند ہیں آپ انہیں ہرگز عذاب سے نجات پانے والا نہ سمجھیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (آلِ عمران ۳/۸۸۱)

اس پر مروان بن حکم نے کہا یہ آیت مسلمانوں کے لیے وعید ہے، جو شخص اپنے عمل پر خوش ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جو عمل اس نے نہیں کیا اس پر اس کی تعریف کی جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کسی چیز کے متعلق پوچھا تھا تو انہوں نے صحیح بات چھپا کر کچھ اور بتایا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ جو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا اسی کے بارے میں ہی انہوں نے بتایا ہے اور وہ چاہتے تھے کہ اس پر ان کی تعریف کی جائے۔(۹)

جو شخص قرآن مجید کو سمجھنا چاہتا ہے یا قرآن کی تفسیر کرنا چاہتا ہے تو اس شخص کے لیے لازمی ہے کہ وہ اسباب نزول کا بھی علم حاصل کرے، اس سے وہ خود کو شک سے محفوظ کر لے گا، اور قرآن کا صحیح فہم و ادراک حاصل کر پائے گا۔ ورنہ وہ قرآن سے ہدایت پانے کے بجائے گمراہی کی طرف چلا جائے گا۔

ابوعبید، ابراہیم التیمی کا قول ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسرت کے انداز میں یہ کہہ رہے تھے کہ یہ امت آپس میں کیسے اختلاف کر سکتی ہے، جب کہ اس امت کا رسول بھی ایک ہے اور قبلہ بھی ایک، اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین بے شک ہماری موجودگی میں قرآن مجید نازل ہوا ہم نے اس قرآن کو

پڑھا، اور یہ بھی جانا کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے اور عن قریب ہمارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے مگر ان کو یہ معلوم نہیں ہوگا یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر وہ لوگ اپنے خیالات اور رائے کا اظہار کریں گے۔ جس سے ان کا آپس میں اختلاف ہو جائے گا جب ان میں اختلاف ہوگا تو آپس میں لڑ پڑیں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا اور ابن عباس وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباس کی بات پر غور و فکر کیا تو حقیقت جان گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف بلاوا بھیجا اور ان سے کہا کہ جو بات آپ نے کی وہ دہرائیں تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے وہ بات دہرائی تو حضرت عمرؓ کو اس بات پر تعجب ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول تجربے سے صحیح ثابت ہوا۔

ابن وھب سے روایت ہے کہ بکیر نے نافع سے پوچھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرقۃ حروریۃ کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے؟ نافع نے کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حروریۃ والوں کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے، جو آیات کفار کے لیے نازل ہوئیں تھیں۔ ان کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے خبردار کیا تھا۔ (۱۰)

الفاظ کا اعتبار عام ہوگا اور سبب خاص:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ! اگرچہ لوگوں نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ جو عام الفاظ کسی خاص سبب کی بنا پر وارد ہوئے ہوں کیا اپنے سبب کے ساتھ مختص ہوں گے؟ کسی شخص نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ کتاب و سنت کے عموم کسی خاص شخص کے ساتھ مخصوص ہوں گے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ الفاظ اس شخص کی نوع کے ساتھ مختص ہوں گے اور اس کے ساتھ ملتے جلتے اشخاص بھی شامل ہوں گے۔ جس آیت کا کوئی خاص سبب ہو اگر وہ امر یا نہیں ہو تو وہ اس شخص کو بھی شامل ہوگی جس کے حق میں اتری اور دوسروں کو بھی جو اس جیسے ہوں گے۔ (۱۱)

اس کی مثال یہ ہے کہ سورۃ اللیل میں۔

یعنی پس جس نے اپنا مال اللہ کی راہ میں دیا اور پرہیزگاری اختیار کی اور اس نے اچھائی کی تصدیق کی، تو عنقریب اس کی آسانی کے لیے سہولت فراہم کر دیں گے۔ (۱۲)

یہ آیات سبب نزول کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے نازل ہوئی ہیں مگر ان آیات کا اعتبار عام ہے ہر اس شخص کے لیے جس کے اندر یہ مذکورہ صفات پائی جائیں گی، اور اسی طرح وہ آیات جو کسی منافق کے لیے نازل ہوئی ہیں ان کا سبب تو خاص ہے مگر کسی شخص میں وہی صفات ہیں تو وہ شخص بھی ان آیات کے حکم میں شامل ہوگا۔

امام زرکشی کی سبب نزول کے متعلق رائے:

''زرکشی نے برہان میں لکھا ہے کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی یہ عام عادت تھی کہ جب وہ کہتے

ہیں کہ فلاں آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ آیت اس حکم پر مشتمل ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ بعینہ وہ بات اس آیت کے نزول کا سبب ہے۔ یہ گویا اس حکم پر اس آیت سے ایک قسم کا استدلال ہوتا ہے۔ اس سے مقصود نقل واقعہ نہیں ہوتا۔" (۱۳)

مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

شان نزول کا مطلب، جیسا کہ بعض لوگوں نے غلطی سے سمجھا ہے، یہ نہیں ہے کہ وہ کسی آیت یا سورۃ کے نزول کا سبب ہوتا ہے، بلکہ اس سے مراد لوگوں کی وہ حالت و کیفیت ہوتی ہے جس پر وہ کلام برسر موقع حاوی ہوتا ہے۔ کوئی سورۃ ایسی نہیں ہے جس میں کسی خاص امر یا چند خاص امور کو مدنظر رکھے بغیر کلام کیا گیا ہو، اور وہ امر یا امور جن کو کسی سورۃ میں مدنظر رکھا جاتا ہے، اس سورۃ کے مرکزی مضمون کے تحت ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر تم کو شان نزول معلوم کرنی ہو تو اس کو خود سورۃ سے معلوم کرو کیونکہ کلام کا اپنے موقع و محل کے مناسب ہونا ضروری ہے۔ جس طرح ایک ماہر طبیب دوا کے نسخہ سے اس شخص کی بیماری معلوم کر سکتا ہے جس کے لیے نسخہ لکھا گیا ہے اسی طرح تم ہر سورۃ سے اس سورۃ کے شان نزول معلوم کر سکتے ہو۔ اگر کلام میں کوئی خاص موضوع پیش نظر ہے تو اس کلام اور اس موضوع میں وہی مناسبت ہوگی جو مناسبت لباس اور جسم میں بلکہ جلد اور بدن میں ہوتی ہے۔ اور یہ قطعی ہے کہ کلام کے تمام اجزاء باہم دگر مربوط و متصل ہوں گے۔ اور یہ جو روایتوں میں آتا ہے کہ فلاں فلاح آیتیں فلاں فلاں معاملات کے بارے میں نازل ہوئیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ سورہ کے نزول کے وقت یہ احوال و مسائل درپیش تھے تا کہ معلوم ہو سکے کہ سورہ کے نزول کے لیے کیا محرکات اور اسباب موجود تھے۔ (۱۴)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

حضرات صحابہ و تابعین کے کلام پر غور و فکر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ فرمانا کہ یہ آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی کسی ایسے واقعہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہوتا جو عہد نبوی میں واقع ہو کر نزول وحی کا سبب بنا بلکہ ان کا معمول یہ ہے کہ وہ ایسے واقعات کا جو آیت کے مطالب سے مطابقت رکھتے ہوں، قطع نظر اس سے کہ وہ عہد نبوی میں وقوع پذیر ہوئی ہوں یا اس کے بعد، ذکر کر کے کہہ دیتے ہیں کہ یہ فلاں بارے میں نازل ہوئی، ایسی شکلوں میں اس آیت کا بعینہ منطبق ہونا چنداں ضروری نہیں ہے، صرف اصل حکم میں انطباق کافی ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی سوال پیش کیا، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کوئی واقعہ رونما ہوا اور آپ نے اس کا حکم کسی آیت سے مستنبط فرمایا اور اس کو اس موقع پر تلاوت فرمایا تو ایسی صورتوں میں وہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ آیت اس بارے میں اتری۔ ایسی ہی شکلوں میں کبھی وہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا یا یہ وحی اتری۔ اس سے ان کا اشارہ اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت سے استنباط فرمایا اور اس وقت چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اس آیت کا القاء بھی وحی اور الہام خداوندی کی نوعیت کا ہوتا ہے اس لیے ایسے مواقع پر

فانزلت، کا استعمال درست ہے اور اگر کوئی شخص اس کو تکرار نزول سے تعبیر کرنا چاہے تو وہ بھی ٹھیک ہے۔ محدثین حضرات قرآن کی آیات کے تحت بہت سی باتیں بیان کرجاتے ہیں جو اصلاً اسباب نزول میں داخل نہیں ہوتیں۔ اس کی مثالیں ہیں: صحابہ کرام کا اپنے باہمی مذاکروں میں کسی آیت سے استنباط و استدلال نبی ﷺ کا کسی آیت کو اپنے استنباط کے لیے تلاوت فرمانا، کسی ایسی حدیث کا بیان جس کو آیت کے ساتھ اس کے مقصود یا موقع نزول یا بعض اسماء کے ابہام کی توضیح یا کسی قرآنی کلمہ کے صحیح تلفظ کی ادائگی کیلیے مفید خیال کیا گیا ہو، سورتوں اور آیات کے فضائل کا بیان اور قرآن کے احکام کی بجا آوری میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی صحیح تصویر حقیقت میں یہ سب چیزیں اسباب نزول میں شامل نہیں ہیں اور ایک مفسر کے لیے ان کا احاطہ ضروری نہیں ہے۔ (۱۵)

مولانا امین احسن اصلاحی کی رائے:

نزلت فی کذا اور فانزل اللہ تعالیٰ قولہ یا فنزلت و انزلت ، وغیرہ کی اصطلاحات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے نزدیک کیا مفہوم رکھتی تھیں اور شان نزول سے متعلق جو روایات تفسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں ان کی نوعیت کیا ہے۔ ان کی حیثیت استنباط و استدلال اور تطبیق کی ہے یا نقص و بیان کی؟ سارا اشکال یہیں سے پیدا ہوا تھا کہ لوگوں نے سمجھا کہ سلف جس آیت کی نسبت کہتے ہیں کہ "نزلت فی کذا" تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ بعینہ وہی واقعہ اس آیت کے نزول کا سبب ہے، لیکن اوپر علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو اقوال نقل ہوئے ہیں ان سے صاف ہوگیا کہ "نزلت فی کذا یا فانزل اللہ تعالیٰ قولہ" وغیرہ اصطلاحات کا وہ منشا نہیں ہے جو لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ یہ استنباط و استدلال کے قسم کی ایک چیز ہے۔ یعنی اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے فلاں بات نکلتی ہے۔ (۱۶)

سبب نزول کے متعلق امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ایک ہی نظر آتی ہے، صرف الفاظ کا فرق ہے، وہ فرق یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک سبب نزول یہ ہے کہ اس آیت میں اس بات کا حکم ہے اور وہ حالت و کیفیت ہوتی ہے جس پر وہ کلام بر سر موقع حاوی ہوتا ہے، اور دوسری رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ یا سوال اس آیت کے نزول کا سبب بنا ان دونوں رائے میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے صرف الفاظ کے استعمال کا فرق ہے۔ میں اس رائے کا قائل ہوں کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے یا یہ حادثہ اور سوال اس آیت کے نزول کا سبب بنا یعنی واقعہ اور سوال وقوع پذیر ہونے کے بعد آیت نازل ہوتی ہے۔

سبب نزول میں صحابی کے قول کی اہمیت:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: علماء محدثین کا اختلاف ہے کہ جب صحابی کہے کہ آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس کا یہ قول حدیث مسند قرار دیا جائے یا محض صحابی کی تفسیر جو حدیث مسند نہیں سمجھی جاتی؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے قول کو حدیث مسند مانا ہے مگر دوسرے محدثین ایسا نہیں کرتے اکثر کتب مسانید مثلاً مسند احمد وغیرہ اسی

اصطلاح کے مطابق ہیں، لیکن جب صحابی سبب بیان کر کے کہتا ہے کہ آیت اس وجہ سے نازل ہوئی ہے تو ایسے قول کو تمام محدث حدیث مسند ہی مانتے ہیں۔(۱۷)

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کرتے ہیں: جس صحابی نے نزول قرآن کا زمانہ یا اور کسی آیت کے متعلق کہا کہ یہ آیت فلاں کے لیے نازل ہوئی ہے تو صحابی کے اس قول کو حدیث مسند مانا جائے گا۔(۱۸)

سلف صالحین صحیح روایت اور بغیر علم کے قرآن کی تفسیر اور سبب نزول کے متعلق کچھ کہنے سے ڈرتے اور بچتے تھے کیونکہ ان کو آپؐ کا یہ فرمان ہر وقت ذہن نشین رہتا تھا کہ جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔(۱۹)

نبی ﷺ کے فرمان کی عملی تصویر محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول میں نظر آتی ہے۔محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں نے عبیدہ سے ایک آیت کے سبب نزول کے متعلق پوچھا تو عبیدہ نے کہا اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو کیونکہ وہ لوگ چلے گئے جن کو علم تھا کہ یہ قرآن کی آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔(۲۰)

مراجع وحواشی

(۱) سورۃ الاسراء، ۱۷/ ۱۰۶　(۲) احمد امین، فجر الاسلام طبع دوم، ۲۰۰۶ء، دار الکتب العلمیہ، بیروت ص ۱۹۰
(۳) سورۃ ابراہیم، ۴/۱۴　(۴) العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، طبع اول، ۲۰۰۰م، فتح الباری، دار السلام، الریاض، ج ۱۳، ص ۳۳۲
(۵) واحدی، علی بن احمد، ابوالحسن، طبع ۱۳۶۲ھ، اسباب النزول، دار الکتب العلمیہ، بیروت ص ۴
(۶) ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، طبع اول ۱۹۷۱ء، مقدمہ فی اصول التفسیر، دار القرآن الکریم، کویت، ص ۴۷
(۷) سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان بن ابوبکر، طبعہ دوم، ۲۰۰۴ء لباب النقول فی اسباب النزول، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ص ۶
(۸) احمد امین، ص ۱۹۳　(۹) سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمان بن ابوبکر، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ج ۱، ص ۵۹
(۱۰) شاطبی، ابواسحاق، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات واصول الشریعہ، ج ۳، ص ۳۵۰　(۱۱) ابن تیمیہ، ص ۴۷
(۱۲) سورۃ اللیل ۹۲/ ۵۔۶۔۷　(۱۳) سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ص ۶۴
(۱۴) فراہی، حمیدالدین، ۱۹۹۹ء، تفسیر قرآن کے اصول، ادارہ تدبر قرآن وحدیث، لاہور، ص ش ۹۶
(۱۵) اصلاحی، امین احسن، ۲۰۰۸ء، مبادی تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ص ۱۷۱۔۱۷۴　(۱۶) اصلاحی، ص ۱۷۳، ۱۷۴
(۱۷) ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر ص ۴۸　(۱۸) سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ص ۶۴
(۱۹) سجستانی، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، ۱۹۹۹ء، سنن ابوداؤد، باب العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۱، دار السلام، الریاض، ص ۵۲۴
(۲۰) واحدی، اسباب النزول، ص ۵